جس کو دیکھو لڑ رہا ہے ما و من کے واسطے
کر رہا ہے جان کو قربان تن کے واسطے
سب تو ہیں شمشیر زن قوم وطن کے واسطے
تو اُٹھا تلوار ربِ ذوالمنن کے واسطے
مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

باسمہ تعالیٰ

وعظ

تعمیم الاصلاح

محی السنہ حضرت مولانا شاہ **ابرار الحق** صاحب مدظلہ العالی
خلیفہ مجاز حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہٗ

❀❀

ناشر انجمن احیاء السنہ
نفیر آباد باغبانپورہ لاہور

نام کتاب : تعمیم الاصلاح

لٹریچر کی ترسیل بذریعہ ڈاک صرف ان پتوں سے ہوتی ہے۔

یادگار خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ

جامع مسجد قدسیہ بالمقابل چڑیا گھر، شاہراہِ قائدِ اعظم لاہور۔ پوسٹ بکس نمبر: 2074

پوسٹ کوڈ نمبر: 54000 فون : 6373310 - 042

E-mail: khanqahlhr@hotmail.com

انجمن احیاء السنۃ

نفیر آباد ○ باغبانپورہ ○ لاہور

پوسٹ کوڈ نمبر 54920 فون: 6551774 - 042

ڈاکٹر عبدالمقیم

خلیفہ مجاز : عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

32۔ راجپوت بلاک، نفیر آباد، باغبانپورہ لاہور پوسٹ کوڈ نمبر 54920 فون: 6551774 - 042

Mob: 0300-0321-0334-0313-9489624 ,

باسمہ تعالیٰ

عرضِ ناشر

یہ بات واضح ہیکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر دین اسلام کے اہم احکام میں سے ہے۔ اور اسی عمل کے بقاء پر امت کی صلاح وفلاح موقوف ہے۔ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اور احادیث میں بے شمار عنوانوں سے اس کام کی اہمیت واضح کی گئی ہے .... تاہم یہ کام جس قدر اہم اور ضروری ہے اسی قدر اس زمانہ میں اس سے غفلت وبے توجہی برتی جارہی ہے۔ خصوصاً اس کے دوسرے جز یعنی نہی عن المنکر سے۔ حالانکہ تمام وعدوں کا انحصار دونوں اجزا کی تکمیل وتعمیل پر ہے۔

مخدومی ومعظمی محی السنہ حضرت مولانا شاہ محمد ابرار الحق صاحب مدظلہم العالی آج سارے عالم میں امت کی اس عمومی غفلت پر قلبی دکھ اور فکر کا اظہار فرمارہے ہیں۔ اور بہت اہتمام سے اس کام کو من حیث الجماعت انجام دینے کی ضرورت پر قرآن وحدیث کی روشنی میں زور دے رہے ہیں۔

حضرت مدظلہ کے تمام مواعظ ومجالس میں اس فکر وتڑپ کا اثر نمایاں طور پر دیکھا جاسکتا ہے۔ خاص طور سے زیر نظر وعظ میں اپنی اور امت کی اصلاح کی فکر پر نہایت ہی بلیغ وموثر انداز میں حضرت والا مدظلہ نے توجہ دلائی ہے۔ یہ وعظ بھٹکل میں ہوا ہے۔ ٹیپ ریکارڈر کی مدد سے کسی صاحب نے مرتب کیا ہے۔ اور تخریج وعنوان کا کام حسب معمول استاذ محترم حضرت مولانا افضال الرحمن قاسمی دامت برکاتہم نے انجام دیا ہے۔ ہمیں یہ گرانقدر وعظ عزیز محترم مفتی عبید الرحمن سلمہ کے ذریعہ سے ملا۔ مکتبہ فیض ابرار ان کے شکریہ کے ساتھ اسے شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اس سے صحیح معنوں میں استفادہ کرنے اور اس فریضہ کی طرف خاطر خواہ توجہ دینے کی توفیق نصیب فرمائیں۔ آمین

والسلام

محمد عبد القوی

ناظم مکتبہ فیض ابرار

باسمہ تعالیٰ۔

الحمدللّٰہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونومن بہ ونتوکل علیہ۔ ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیات اعمالنا۔ من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلاھدی لہ ونشھد ان لا الہ الا اللّٰہ وحدہٗ لاشریک لہ ونشھدان سیدنا محمدا عبدہ ورسولہ۔ صلی اللّٰہ تعالی علیہ وعلی الہ واصحابہ وسلم تسلیما کثیرا کثیرا

امابعد!

فاعوذباللّٰہ من الشیطن الرجیم۔بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

ولتکن منکم امت یدعون الی الخیرویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر۔ و الئک ھم المفلحون (پ۴ رکوع۲)

اس وقت قرآن مجید کی جس آیت کریمہ کی تلاوت کی ہے اس میں مسلمانوں کی ذمہ داری اور ان کے خاص فریضہ کو ذکر کیا گیا ہے۔

مسلمانوں کی دو ذمہ داریاں ہیں

مسلمانوں کے دو کام ہیں۔ ایک یہ کہ خود نیک بننا دوسرے یہ کہ اوروں کو نیک بنانا۔ اپنے کو اچھا بنانے کی کوشش کرنا۔ اور دوسروں کو صالح

بنانے کی کوشش کرنا۔ اور یہ دونوں کام ایسے ہیں کہ فطری طور پر ہر ایک اس کی خواہش کرتا ہے اور اس کو چاہتا ہے کہ ہم اچھے بنیں اور دنیا میں اچھائی پھیلے ،برائی ختم ہو جسکے نتیجہ میں دوسرے لوگ بھی اچھے ہوں۔

چنانچہ کسی ایسے انسان سے جو نہ زیادہ پڑھا لکھا ہو اور نہ ہی بالکل ناواقف ہو بلکہ معتدل صلاحیت والا ہو اس سے پوچھا جائے کہ تم اچھا بننا چاہتے ہو یا برا ؟۔۔شائد ہی کوئی کہے کہ میں برا بننا چاہتا ہوں ہر شخص یہی کہے گا کہ میں اچھا بننا چاہتا ہوں۔ اسی وجہ سے اپنی سمجھ اور معلومات کے لحاظ سے جو چیز اچھی ہوتی ہے اسی کو اختیار کرتا ہے۔ اسی طرح اگر یہ سوال کیا جائے کہ دنیا میں اچھائی کا غلبہ ہو یا برائی کا ؟۔۔ کوئی یہ نہیں کہے گا کہ برائی کا غلبہ ہو اور اچھائی نہ پھیلے۔ ہر شخص یہی چاہے گا کہ اچھائی کا غلبہ ہو اور اچھائی پھیلے اور برائی ختم ہو۔

اچھائی اور برائی کا معیار

اب سوال یہ ہے کہ اچھائی ،برائی کا معیار کیا ہے ؟۔۔کس کام کو اچھا کہا جائے ؟۔۔کس کام کو برا کہا جائے ؟۔۔ جس کام کو ہم اچھا سمجھتے ہیں وہ حقیقت کے اعتبار سے اچھا ہے بھی یا نہیں ؟۔۔جس کام کو ہم برا سمجھتے ہیں وہ واقعتاً برا ہے بھی یا نہیں ؟۔۔اس کے معلوم کرنے کا ضابطہ کیا ہے ؟۔۔اس سلسلہ میں بنیادی بات یہ ہیکہ دین میں سب سے بڑی ذات سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم

کی ہے۔ ہم سب نے آپ کے نام کا کلمہ پڑھا ہے اس کا حاصل یہی ہیکہ اس کلمہ کا پڑھنے والا اس بات کا عہد کرتا ہے کہ میں اپنی زندگی اللہ تبارک و تعالیٰ کے اس پسندیدہ طریقہ کے مطابق گذارونگا جو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا اور اس کا مثالی نمونہ خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے۔ اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس کو اچھا فرمائیں وہ اچھا ہے۔ آپ جس کو بُرا فرمائیں وہ برا ہے۔ یہ ہے اچھائی اور برائی کا معیار اسی کو قرآن پاک میں فرمایا گیا -- ماآتکم الرسول فخذوہ ومانھکم عنه فانتھوا (پ ۲۸ رکوع ۴)۔۔ جن چیزوں کی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت کی ہے اس کو اختیار کرو۔ اور جن چیزوں سے منع کیا ہے اس سے بچو یہی اصل بنیاد ہے۔

وہ جس کام کو اچھا کہیں اچھا ہے

اسی وجہ سے ایک ہی کام ایک وقت میں اچھا ہے۔ وہی کام دوسرے وقت میں بُرا ہے۔ ایک کام کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق کیا جائے تو وہ اچھا ہے اور اگر اسی کام کو آپ کی ہدایت کے خلاف کیا جائے تو وہ برا ہے۔ سب کو معلوم ہیکہ نماز پڑھنا روزے رکھنا اچھا ہیکہ نہیں؟۔۔ لیکن ہر وقت اس کو کرنا اچھا نہیں۔ اس کیلئے بھی پابندی ہے۔ اوقات ہیں۔ ان کی رعایت کرنا ضروری ہے۔ ایک وقت ہیکہ اس میں نماز پڑھنے کو اچھا کہا جائے گا۔ صحیح کہا جائے گا۔ اسی نماز کو دوسرے وقت میں کہا جائے گا کہ اس وقت اسکا پڑھنا ٹھیک نہیں ہے۔ ایک شخص تیس رمضان کو رزہ رکھتا ہے۔ اس کی

اچھائی میں کیا شبہ ہے۔ وہی شخص اسی شہر میں اس کے بعد عید کے دن بھی روزہ رکھتا ہے تو اب اس عمل کے متعلق کہا جائے گا کہ یہ ٹھیک نہیں ہے۔ بات کیا ہے ؟۔۔ بظاہر دونوں دن عمل تو ایک ہی ہے درمیان میں صرف ایک رات کا فرق ہے، عمل تو ایک ہی ہے لیکن حکم الگ الگ ہے۔ ایک دن تو اس کا رکھنا باعث اجر و ثواب، دوسرے دن اس کا رکھنا باعث وبال و گناہ۔۔ اصل چیز وہی ہیکہ جن کی وجہ سے ہم اس کام کو کررہے ہیں۔ وہ جس کام کو اچھا کہیں وہ کام اچھا ہے اور وہ جس کام کو برا کہیں وہ برا ہے۔ اس لحاظ سے کسی اجنبیہ کی طرف دیکھنا ممنوع ہے۔ لیکن جب نکاح ہو جائے تو اب وہی چیز اطاعت بن جاتی ہے۔ پھر اگر وہ کسی وجہ سے نکاح کا تعلق ختم کرلے تو اب اس کے ساتھ وہی پردہ والا معاملہ کرنا پڑیگا۔

انسان کی کامیابی و ترقی کا سرچشمہ

حاصل یہ ہوا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اور اسکے رسول پاکؐ کا ارشاد گرامی یہ اچھائی اور برائی کا معیار ہے۔ اس سلسلہ میں ہم لوگوں کی حیثیت بچوں کی سی ہے کہ جس طرح دس گیارہ سال کا بچہ جو کچھ سمجھ بوجھ رکھتا ہے کچھ شعور و تمیز بھی رکھتا ہے وہ اپنے شعور و فہم کے اعتبار سے کچھ چیزوں کو اپنے لئے مفید سمجھ کر اختیار کرلیتا ہے لیکن والدین اسکو منع کرتے ہیں کہ یہ چیزیں تمہارے لئے مناسب نہین، ٹھیک نہیں۔ اب اگر وہ والدین کی ہدایت کے موافق معاملہ کرتا ہے تو سرخرو اور کامیاب ہو جائے گا ورنہ ظاہر ہے کہ نقصان ہوگا اور

ناکام ہو گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر چھوٹا اسی وقت کامیاب اور سرخرو ہو سکتا ہے جب کہ وہ اپنے بڑوں کا کہنا مانے۔ یہ چھوٹے بچے ان کو پڑھنے کیلئے مکتب اور مدرسے میں داخل کیا جاتا ہے ان کو کیا شعور اور سمجھ ہے اور کیا تمیز ہے کس مدرسہ کی تعلیم اچھی ہے کس کی نہیں؟ ان کو کچھ معلوم نہیں ہوتا بس والدین کے کہنے سے پڑھنے کیلئے جاتے رہتے ہیں تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہیکہ کچھ دنوں کے بعد وہ کامیاب ہو کر والد کی جگہ پہونچ جاتے ہیں اور ان کی جگہ سنبھالنے کے لائق ہو جاتے ہیں اور جو اپنے بڑوں کا کہنا نہیں مانتے ان کا حشر کیا ہوتا ہے کہ تعلیم و ترقی سے محروم ہو جاتے ہیں والد کی چیزوں سے بھی نفع اٹھانا ان کے لئے مشکل ہو جاتا ہے۔ بعض مرتبہ ایسے لوگوں کو اپنے بد عملی کی وجہ سے جیل خانے تک جانے کی نوبت آجاتی ہے تو جو چھوٹا ہے اس کیلئے ضروری ہیکہ اس کا ربط اپنے بڑے سے ہو تعلق مضبوط ہو وہ ترقی کرتا ہوا چلا جائیگا۔ ٹھیک اسی طرح دین میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ہے کہ ان کی ہدایات و تعلیمات پر جتنا عمل ہو گا اتنا ہی انسان کامیاب ہو گا اور ترقی کریگا دنیا میں بھی عزت اور آخرت میں بھی مزیدار زندگی ملیگی اسی لئے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان اور آپ کا عمل اچھائی اور برائی کا معیار ہے

اتباع سنت کا معیار

اسی کو دوسرے عنوان سے تعبیر کر دیجئے کہ وہ معیار طریقہ سنت ہے۔ یوں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے ہی اعمال امت کیلئے مشعل

ہدایت ہیں اور رہبری کا ذریعہ ہیں۔ مگر جو اعمال آپ سے منقول ہیں وہ دو قسم کے ہیں۔ ایک تو وہ ہیں جن کا آپ نے عملاً اہتمام فرمایا اور اس پر عمل فرمانے کی اکثر عادت تھی دوسرے اعمال وہ ہیں جو آپ نے گاہ بگاہ کئے ہیں اس قسم کے اعمال سے آپ کی عادت مبارکہ نہیں ثابت ہوگی بلکہ آپ کی عادت مبارکہ ان اعمال کو کہا جائے گا جن پر آپ کا عمل غالب اور دائمی تھا اس لئے اس قسم کے اعمال کی اتباع کرنے کو اتباع سنت کہا جائے گا۔

سکوتِ نبیؐ کی شرعی حیثیت

ایک ہیں آپؐ کے ارشادات اور ایک ہیں آپؐ کے اعمال۔ اور ایک یہ کہ آپؐ کے سامنے کوئی کام کیا گیا، آپؐ نے اس پر کوئی نکیر نہیں فرمائی، یعنی منع نہیں کیا۔ کوئی روک ٹوک نہیں کی تو اسکو کہتے ہیں تقریر یعنی کسی کام کو دیکھ کر آپؐ کا چپ رہنا یہ بھی اس کام کے جائز ہونے کی دلیل ہے۔ یہ شان صرف حضرات انبیاء علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی ہے کہ ان کا اس طرح کے موقع پر سکوت بھی حجت اور دلیل ہوتا ہے کہ وہ جائز ہے۔ ان حضرات کے علاوہ کسی کا سکوت دلیل جواز نہیں ہے۔ یہاں ایک بات اور ذکر کردوں کہ اس سلسلہ میں عوام کا ذہن یہ ہیکہ کسی عالم کے سامنے کوئی کام کیا جائے اور وہ عالم صاحب اس پر نکیر نہ کریں تو عوام یہ سمجھتے ہیں کہ وہ کام صحیح ہے۔ کیونکہ ان کے ذہن میں ہیکہ اگر کام غلط ہوتا تو مولانا صاحب منع کرتے۔ تو ان کے منع نہ کرنے اور خاموش رہنے کو اس کام کے صحیح ہونے کی دلیل سمجھتے ہیں چنانچہ اس پر اگر

کوئی نکیر نہ کرے کہ یہ کام ٹھیک نہیں ہے تو فوراً کہتے ہیں کہ واہ صاحب فلاں اہل علم تھے ان کی موجودگی میں یہ کام کیا گیا اور انہوں نے کچھ کہا نہیں تو ان کے چپ رہنے سے وہ اس کو دلیل جواز سمجھتے ہیں حالانکہ یہ بالکل حقیقت کے خلاف ہے۔ یہ شان تو صرف انبیاء کرام کی ہے۔ اس کے علاوہ کسی عالم کا سکوت حجت نہیں ہے۔

کسی جماعت کا سکوت بھی حجت نہیں ہے

اسی طرح کسی مجلس کسی اجتماع، جلسہ یا کسی ادارہ یا مدرسہ میں کوئی نامناسب کام ہو، قابل اصلاح کام ہو لیکن کوئی اس پر روک ٹوک نہ کریں بلکہ سب لوگ خاموش رہیں تو سب کا چپ رہنا اس کام کے جائز ہونے کی دلیل نہیں ہوگا۔ جیسے انفرادی طور پر ایک عالم کا سکوت حجت نہیں اسی طرح اجتماعی طور پر کسی دینی مجمع کا سکوت بھی حجت نہیں ہوگا اور اس کی مثال بالکل ایسی ہے کہ کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ امام نے چار رکعات والی نماز بھولے سے تین رکعات پڑھادی اور سلام پھیر دیا اور کسی کو کھٹک بھی نہیں ہوتی اور سب لوگ خاموش رہتے ہیں تو کیا سارے مصلیوں کا چپ رہنا اور امام صاحب کو نہ ٹوکنا یہ دلیل ہوجائے گا کہ نماز صحیح ہوگئی؟۔ ظاہر ہیکہ یہ نماز کے صحیح ہونے کی دلیل نہیں ہے۔ تو معلوم ہوا کہ نبیؑ کا سکوت تو حجت ہے اور اس کے علاوہ کسی اور کا سکوت حجت نہیں۔ نہ ہی کسی فرد واحد کا، نہ ہی کسی جماعت کا چپ رہنا اس کی صحت اور جواز کی دلیل ہے۔

فعل پیراں حجت نہ باشد

یہ بات جو اس وقت عرض کی گئی ہے وہ بزرگوں سے بھی منقول ہے
۔ہمارے اکابر کا طرز عمل ہمیشہ یہی رہا ہے اور اسی کو انہوں نے پیش نظر رکھا
ہے کہ ہر کام میں سنت کو معیار بنایا۔ اگر کبھی ان کے بڑوں سے کوئی کام
خلاف سنت ہو جاتا تو وہ اس کام میں ان کے ساتھ شریک نہیں ہوتے ان کی
موافقت نہیں کرتے بلکہ اپنے کو بچاتے۔ اسی کے ساتھ ساتھ حسن ظن رکھتے۔
یہ معاملہ نہیں تھا کہ انہوں نے یہ کام کیا اس لئے لاؤ ہم بھی یہ کام کرلیں بلکہ
سنت کو اپنے لئے مشعل راہ سمجھتے۔ چنانچہ حضرت سلطان نظام الدین اولیاء جن
کو سلطان الاولیاء بھی کہا جاتا ہے۔ سلطان الاولیاء کے معنی ہیں اولیاء کے بادشاہ
۔۔ تو کبھی آپ کو نام کے ساتھ ذکر کردیا جاتا ہے اور کبھی صرف سلطان الاولیاء
کہ دیا جاتا ہے۔ ان کے خلفاء میں ایک بڑے خلیفہ حضرت نصیر الدین چراغ
دہلوی تھے۔ وہ سماع کے قائل نہیں تھے۔ اور نہ اسکو سنتے تھے ان کے شیخ
حضرت سلطان جی سماع کے قائل تھے اور سماع سنتے تھے یہ ایک مستقل
مسئلہ ہے اس کے لئے قیود و شرائط ہیں جن کو فقہاء نے ذکر کیا ہے۔ حضرت
سلطان جی ان شرائط و قیود کے ساتھ سنتے تھے لیکن ان کے یہ خلیفہ حضرت
چراغ دہلوی نہیں سنتے تھے کہ لوگ شرائط پر عمل کرینگے نہیں اور بزرگوں کے
عمل سے سند پکڑیں گے اور ایسے کام کو درست سمجھیں گے۔ ایک مرتبہ ان کے
بے تکلف احباب اور حضرت سلطان اولیاء کے اور خلفاء بھی ایک مجلس

میں بیٹھے ہوئے تھے، دوست واحباب جب جمع ہوتے ہیں تو بے تکلفی کی باتیں اور اس قسم کے معاملات ہو ہی جاتے ہیں چنانچہ ان ہی میں سے بعض دوستوں نے کہا کہ اس وقت سب اپنے ہی احباب موجود ہیں اچھا ہیکہ کچھ سماع ہوجائے۔ اب دیکھئے ادھر یہ معاملہ ہوا ادھر حضرت چراغ دہلوی مجلس سے اٹھ کر چلنے لگے تو احباب میں سے کسی نے کہا از طریق پیراں انحراف کُنی۔۔۔ پیروں کے طریقہ سے انحراف کرتے ہو۔

اس پر حضرت شاہ نصیر الدین چراغ دہلوی نے جو جواب دیا ہے وہ ہم سب کیلئے باعث نمونہ ہے۔ فرمایا: فعل پیراں حجت نہ باشد۔۔۔ پیروں کا فعل حجت نہیں ہوتا۔ یعنی جائز ہونے کی دلیل نہیں۔ اب سنئے یہ معاملہ یہیں پر ختم نہیں ہوجاتا بلکہ حضرت سلطان جی نور اللہ مرقدہ کی خدمت میں اسکو پیش کیا گیا۔ خصوصی احباب تھے اس میں اس پورے واقعہ کا ذکر کیا گیا تو اس پر حضرت سلطان نظام الدین اولیاء نور اللہ مرقدہ نے فرمایا: نصیر الدین راست می گوید۔۔۔ نصیر الدین ٹھیک کہتے ہیں۔ یہ تھی ہمارے اکابر کی شان کہ ہر معاملہ میں سنت کو معیار بناتے اس کے موافق معاملہ کرتے۔

نصیحت آموز واقعہ

اس سلسلہ میں ایک واقعہ اور یاد آیا۔ چونکہ اس جلسہ میں طلباء کرام اور حضرات مدرسین بھی تشریف فرما ہیں ان سب کیلئے اس میں عبرت

ونصیحت کی چیز ہے۔ کہ حضرت شاہ اسحاق صاحب دہلوی محدث تھے۔ ان کے دو شاگرد تھے۔ ایک تھے نواب قطب الدین صاحب دوسرے حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی۔۔ متقی دونوں تھے لیکن مولانا کاندھلوی کا تقوی مشہور تھا۔ ایک مرتبہ نواب صاحب نے اپنے استاذ حضرت شاہ اسحاق صاحب اور علمائے کرام کی دعوت کی۔ اسی کے ساتھ اپنے ساتھی مولانا مظفر حسین صاحب کو بھی دعوت دی۔ تو انہوں نے دعوت قبول کرنے سے انکار کردیا۔ کہ میں تمہاری دعوت قبول نہیں کرتا۔ چونکہ مولانا نواب صاحب کے ساتھ تھے اسی لئے انہوں نے اس واقعہ کی اطلاع شاہ اسحاق صاحب سے کردی کہ حضرت! سب ساتھیوں نے دعوت قبول کرلی مگر بھائی مظفر حسین نے دعوت قبول نہیں کی جب حضرت کے علم یہ بات آئی تو حضرت نے فرمایا کہ مولانا کو بلاؤ تاکہ معلوم کیا جائے کہ کیا بات ہے؟۔۔ چنانچہ مولانا خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت نے پوچھا میاں مظفر حسین! کیا نواب صاحب کی آمدنی میں کچھ شبہ ہے کہ تم نے ان کی دعوت قبول نہیں کی؟۔۔ مولانا نے کہا حاشا وکلا ایسا ہرگز نہیں۔ پھر شاہ صاحب نے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ کیوں نہیں دعوت قبول کرتے؟ کہا حضرت جی نہیں چاہتا۔ پھر حضرت شاہ صاحب نے پوچھا جی کیوں نہیں چاہتا۔ اس کو تو ظاہر کرو؟ اس پر مولانا نے کہا حضرت! میرے علم میں ہیکہ نواب صاحب مقروض ہیں۔ نواب تو پھر بھی نواب ہے اس کی حالت چاہے گر ہی جائے ایسی حالت میں بھی لوگوں کو مدعو

کیا ہے تو دعوت پرتکلف ہوگی۔ مان لو اس وقت کے لحاظ سے پانچ سو خرچ ہوے تو آج کل کے لحاظ سے پانچ ہزار کے برابر ہو جائینگے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اتنی رقم جو دعوت میں خرچ ہوگی وہ ضرورت سے زائد بچی ہوی ہے۔ جب ضرورت سے زائد ہے تو اس کو قرض کی ادائیگی میں دینا چاہیئے۔ اب دعوت کی وجہ سے قرض کی ادائیگی میں تاخیر مناسب نہیں ہے۔ حدیث پاک میں ہے مطل الغنی ظلم کہ جس کو قرض کے ادا کرنے پر قدرت استطاعت ہو پھر بھی وہ بغیر عذر کی تاخیر کرے تو یہ بھی ایک قسم کا ظلم ہے۔ اس دعوت کی وجہ سے چونکہ قرض کی ادائیگی میں دیر ہوگی اسی لئے مجھے اس دعوت کے قبول کرنے میں کراہت معلوم ہوتی ہے۔ جب شاہ صاحب نے اس بات کو سنا تو نواب صاحب سے پوچھا کہ کیا آپ مقروض ہیں؟۔ انہوں نے کہا کہ جی ہاں! ۔اس پر شاہ صاحب نے فرمایا کہ میاں مظفر حسین سلمہ جو کہتے ہیں ٹھیک ہے ۔اسی لئے یہ رقم قرض میں دیدیجئے دعوت نہ کیجئے۔ یہ تھے ہمارے اکابر، یہ تھی ان کی شان!۔۔

اولئک آبائی فجئنی بمثلہم

اذا جمعتنا یاجریر المجامع

مد نظر تو مرضی جاناں نہ چاہیے

اس سے ہم سب کو سبق لینا چاہیئے کہ ایک طرف استاذ۔ ان کی کیا شان

تھی۔کیسے علم وفضل والے تھے مگر جہاں دین کا معاملہ آگیا سنت کا معاملہ آگیا پھر کیا کیا؟ایسا ہی ہونا چاہیے۔اس کی بالکل کھلی ہوی مثال ہیکہ افسر نے ایک حکم دیدیا اب اسکے خلاف چھوٹے افسر حکم دیں توکس پر عمل کرینگے؟۔۔کس کے حکم کی تعمیل کرینگے؟۔۔یہی معاملہ یہاں بھی ہونا چاہیے کہ والدین اعزہ واقربا ایک کام کا حکم دیتے ہیں اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایک کام کا حکم دیں توکس کی تعمیل کی جائیگی؟۔۔والدین کو اور دیگر لوگوں کو خوش کرینگے یا اللہ اور رسولؐ کی اطاعت کرکے ان کو خوش کرینگے؟۔۔وہ شخص قابل تعریف اور قابل فخر ہیکہ جو کسی کی پرواہ نہیں کرتا صرف اللہ کے حکم کو بجالاتا ہے۔قابل تعریف ہے جو خاندان اور برادری کے رسم ورواج کے خلاف سنت کو اپناتا ہے۔حدیث پاک میں فرمایا گیا:

من تمسک بسنتی عند فساد امتی فله اجر مائة شهید

صالح بننے کا طریقہ

بات یہ عرض کررہا تھا کہ ہم میں سے ہر شخص صالح اور نیک بننا چاہتا ہے تو اسکا طریقہ یہ ہیکہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو اپنایا جائے، اسکو اختیار کیا جائے۔اسکی سہل صورت یہ ہیکہ اپنی اپنی مسجدوں میں کسی ایک نماز کے بعد ایک ایک سنت سنادی جائے۔بتلادی جائے۔اسی طرح مدرسوں میں بچوں کو ایک ایک سنت بتلادی جائے اور ان سے کہا جائے کہ

اپنے گھروں میں جاکر اپنے گھر والوں کو بھی بتلادیں۔ اسی طرح دھیرے دھیرے سنتوں کا علم ہوگا، سنتیں زندہ ہونگی۔ اسپر عمل ہونا شروع ہوجایگا۔ قطرہ قطرہ دریا ہوجاتا ہے۔ اسی لئے پہلے اپنی مسجدوں کو سنی بناؤ۔ اپنے مدرسوں کو سنی بناؤ۔ مسجد کی جو سنتیں ہیں ان پر عمل شروع کرو۔ مدرسہ میں سنت کا مذاکرہ اور بچوں کو یاد کرانے کا سلسلہ شروع کرو۔

مساجد و مدارس کو سُنّی بنائیں

آج ہماری اذانیں اور نماز سنت کے موافق نہیں، اذان سنت کے موافق سننے میں نہیں آتی۔ سات برس ہوگئے جہاں کہیں جاتا ہوں اذان غور سے سنتا ہوں، اس مدت میں مختلف جگہوں پر گیا۔ ہندوستان کے مختلف صوبوں میں اور ہندوستان کے باہر بھی مگر ایک جگہ لکھنؤ میں اذان صحیح ملی اور دوسری اذان یہاں جامعہ اسلامیہ بھٹکل میں سنت کے موافق اذان ملی یہی حال نماز کا ہیکہ نماز سنت کے مطابق نہیں، جو جس فقہ پر عمل کرتا ہو اس فقہ میں نماز کا جو مسنون طریقہ ہے اس کے موافق نماز نادر ہے۔ اہل علم تو پڑھتے پڑھاتے ہیں سیکھتے سکھاتے ہیں ان کے علاوہ جو اور حضرات ہیں ان سے پوچھتا ہوں کہ کسی نے نماز سیکھی ہے؟ کسی نے اگر سیکھی ہو تو بتلائے کہ ہم نے فلاں عالم سے نماز پڑھنا سیکھا ہے۔ میں نے اس سے بڑے بڑے مجمع میں جہاں اہل صلاح تھے ان سے سوال کیا کہ نماز سنت کے مطابق پڑھنا کسی سے سیکھا ہے کہ قیام کیسے کریں، ہاتھ کیسے باندھیں،

رکوع کیسے کریں، سجدہ کیسے کریں، قعدہ کیسے کریں؟ جب نماز کا یہ معاملہ ہے تو پھر ختنہ، عقیقہ، شادی غمی وغیرہ میں کس طرح سنت پر عمل ہوتا ہوگا؟ پھر نکاح وطلاق، تجارت خرید وفروخت، معاملات یہ سب چیزیں سنت کے مطابق کیسے ہوتی ہونگی؟

اہتمامِ سنّت کیا جائے

ایک طرف نماز کے فضائل ہیں تو دوسری طرف تارک نماز کیلئے وعیدیں ہیں۔ اسی طرح تاجر کیلئے بھی کتنے فضائل ہیں۔۔۔۔ فرمایا گیا:

التاجر الصدوق الامین مع النبیین والصدیقین والشهداء

(ترمذی بحوالہ مشکوۃ ۲/۲۴۳)

یہ فضیلت اس تاجر کیلئے ہے جو سچا ہو امانتدار ہو اس کا حشر انبیاء او صدیقین کے ساتھ ہوگا۔ جس طرح ہماری نماز سنت کے موافق ہو، ہم نماز سنت کہ موافق پڑھینگے مقبول ہوگی، اسی طرح اگر ہماری تجارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کے مطابق ہوگی آپ کی سنت کے مطابق ہوگی تو ایسا تاجر صادق اور امین ہوگا اور اسکا حشر عمدہ ہوگا اور اسکے خلاف ہو تو پھر معاملہ گڑبڑ ہو جائیگا۔ اس کا حشر فجار کے ساتھ ہوگا اسلئے ہر معاملہ میں سنت کا اہتمام اور اسپر عمل کیا جائے۔

تین سہل اور اہم سنتیں

اس سلسلہ میں ایک بات اور عرض کئے دیتا ہوں کہ تین سنتیں ایسی ہیں جو عمل کرنے کے لحاظ سے تو وہ سہل اور آسان ہیں لیکن ہیں وہ بڑی اہم کہ ان پر عمل کرنے سے خود ان کی برکات کا مشاہدہ ہوگا۔ سنتوں کا ذوق وشوق پیدا ہوگا اور سنتوں پر عمل کرنا اسان ہوگا۔ ان تین سہل سنتوں میں پہلی یہ ہیکہ سلام کرنے میں کثرت وسبقت۔ کثرت کا مطلب یہ ہیکہ ہر ایک کو سلام کرے۔ خواہ پہچانتا ہو یا نہ پہچانتا ہو۔ سبقت کا مطلب یہ ہیکہ سلام کرنے میں پہل کرے سلام کرنے میں عموماً لوگ یہ غلطی کرتے ہیں کہ سلام کا ہمزہ اور میم کی حرکت کو صاف ظاہر نہیں کرتے، اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ السلامُ علیکم کے بجائے سلام علیکم کہہ رہے ہیں اسلئے جب سلام کرے تو اسکے ہمزہ اور میم کی حرکت کو صاف ظاہر کرکے پڑھے۔ یعنی حرکت کو معروف ادا کرے۔ دوسری سہل سنت یہ ہیکہ ہر بڑھیا کام اور جگہ میں داہنی جانب کو مقدم (آگے) کرے اور ہر گھٹیا کام اور جگہ میں بائیں جانب کو مقدم (آگے) کرے۔ مثلاً مسجد میں جانا ہے وہ بڑھیا جگہ ہے۔ اسلئے پہلے داہنا پیر داخل کرے مسجد سے نکلنا ہے وہ اندر کے لحاظ سے گھٹیا جگہ ہے اسلئے بایاں پیر پہلے نکالینگے، کپڑا پہنیں گے تو داہنی طرف سے اور اتاریں گے تو بائیں طرف سے۔ بیت الخلاء جائینگے تو پہلے بایاں پیر رکھیں گے وہاں سے نکلیں گے تو پہلے داہنا پیر نکالیں گے۔ یہ دوسری سنت ہوی دائیں، بائیں اور گھٹیا بڑھیا کے لحاظ سے۔ تیسری

سہل سنت یہ ہیکہ ذکر اللہ کی کثرت کرے۔ جن نمازوں کے بعد سنتیں نہیں ہیں ان میں نماز کے فوراً بعد اور جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں ان میں سنتوں کے بعد تینتیس مرتبہ سبحان اللہ، تینتیس مرتبہ الحمدللہ، چونتیس مرتبہ اللہ اکبر پڑھے، دن بھر میں ایک تسبیح کلمہ طیبہ، ایک تسبیح درود شریف، ایک تسبیح استغفار کی پڑھے اس نیت کے ساتھ کہ دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت بڑھے۔ اور غیر اللہ کی محبت گھٹے اور متفرق اوقات میں بغیر کسی تعداد کے سبحان اللہ، الحمدللہ، لا الہ الا اللہ کہے، اللہ اکبر پڑھے۔ چاہے ملاکر پڑھے، چاہے الگ الگ پڑھے۔ بہتر یہ ہیکہ اوپر چڑھے تو اللہ اکبر پڑھے، نیچے اترے تو سبحان اللہ کہے۔ اور برابر زمین پر چلے تو لا الہ الا اللہ کہے۔ تیسری سنت یہ ہوی کہ ذکر اللہ کی کثرت رکھے۔ یہ تین سہل اور اہم سنتیں ہویں کہ ان کو اپنے یہاں کی مسجدوں اور مدرسوں میں سناؤ اور یاد کراؤ، اسکے موافق عمل کرو۔ ہمارے یہاں مدرسہ کی مسجد میں عصر کی نماز کے بعد تھوڑی دیر دینی مذاکرہ ہوتا ہے اس میں ہر روز ان سنن ثلاثہ کو سنانے کا معمول ہے۔ پھر اسکے بعد اور معمولات ہوتے ہیں۔ روزانہ سنانے کی برکت سے بفضلہ تعالیٰ ہر ایک کو یاد ہوگئی ہے۔ چھوٹے چھوٹے بچوں کو بھی یاد ہے۔ جب ان سے کہا جاتا ہیکہ سنن ثلاثہ سناؤ تو وہ سناتے ہیں۔

بیمار امت کیلئے نسخہ شفا

جس طرح ٹی بی کا مریض روزانہ ایک دوا کی گولی یا ٹکیہ استعمال کرے

ایک انجکشن لگواتا رہے تو وہ طاقتور ہوجاتا ہے۔ اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ اسی طرح یہ امت بھی جو آج غلطی میں بمتلاء ہے اگر وہ سنت کی گولی استعمال کرے تو وہ بھی صحت مند ہوجائے گی۔ اور ترقی کرنا شروع کردیگی۔ اور جب ہم سنت پر عمل کرینگے، تو جو کرنے کی چیزیں ہیں اس کو کرینگے، ماموارت پر عمل کرینگے اور جو چیزیں چھوڑنے کی ہیں اس سے بچیں گے منہیات کو چھوڑیں گے۔ وہی لال بتی اور ہری بتی والا قانون یہاں بھی ہے۔ لال بتی کیا ہے ؟۔ حرام ناجائز مکروہ۔۔ ان سے بچنا۔۔ اور ہری بتی فرض اور واجب و سنت۔ مستحب۔۔ اس پر عمل کرنا اور اس کا اہتمام کرنے سے انسان نیک اور صلح ہوجائیگا۔ یہ تو مسلمان کا خود صلح بننے کا جو فریضہ تھا اس کیلئے یہ طریقہ ہے۔

اصلاح منکرات کا فریضہ پورا کیجئے

لیکن ایک دوسرا بھی اس کا فریضہ ہیکہ خود صالح بننے کے ساتھ ساتھ دوسروں کو بھی صالح بنانا۔ یہ بھی تو مسلمان کی ذمہ داری ہے۔ کچھ لوگ ایسے ہیں جو اپنی ناواقفیت کی وجہ سے اپنی غلطی سے برا کام کرنے لگ گئے ہیں۔ ان کی خبر گیری اور ان کی اصلاح کی کوشش کرنا یہ بھی تو ذمہ داری ہے۔ مان لیجئے مدرسہ کے قریب کسی کا مکان یا کوٹھی ہے۔ ہم نماز پڑھ کر آئے تو دیکھا کہ ان کے یہاں سے دھواں نکل رہا ہے۔ آگ کے شعلے اٹھ رہے ہیں تو ایسے موقع پر کیا کرینگے۔ کیا چلتے چلے جائینگے ؟۔ یا معلوم کرینگے کہ کیا بات ہے ؟۔ ظاہر ہیکہ معلومات کریں گے۔ اچھا اب گئے، معلوم ہوا کہ دروازہ بند ہے۔ کھٹکھٹایا۔

گھروالے سورہے ہیں۔ اب گھنٹی بجارہے ہیں کوئی اٹھتا نہیں۔ توجلدی سے پڑوس کے مکان میں جاکر فوراً آگ بجھائیں گے۔ اور جوکچھ بھی ہو ہر صورت میں گھروالوں کو باہر نکالنے کی کوشش کرینگے۔ توجس طرح حسی آگ بجھانے کی فکر اور کوشش کرتے ہیں اسی طرح جن کے یہاں دین کے اعتبار سے آگ لگی ہو اس کو بجھانے کی بھی فکر اور کوشش ہم کو کرنا چاہیے۔ اسی لئے میں نے جو آیت پڑھی ہے اس میں اللہ تعالی نے اسی فریضہ کو بیان فرمایا ہے۔

والتکن منکم امت یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون

تم میں ایک جماعت ایسی ضرور ہونی چاہیے جو اچھی باتوں کا حکم دے اور بری باتوں سے روکے۔ ماشاء اللہ ہمارے اکابر کی طرف سے ایک کام ہورہا ہے جو سارے عالم میں پھیل چکا ہے۔ اس کے ذریعہ سے اچھی باتوں کو خوب پھیلایا جارہا ہے۔ لیکن سوال یہ ہیکہ برائیوں سے مٹانے کی بھی جماعتی محنت ہورہی ہے یا نہیں ؟۔۔ جس طرح مساجد و مدارس اور دیگر کاموں کیلئے کمیٹیاں ہیں اور انتظام کیلئے جماعتیں ہیں اسی طرح برائیوں کے مٹانے کیلئے کوئی جماعت ہے ؟۔۔ جس طرح اچھائیوں کا پھیلانا فرض کفایہ ہے اسی طرح برائیوں کے مٹانے کیلئے بھی جماعتی اعتبار سے محنت کرانا یہ بھی فرض کفایہ ہے۔ آج اس سلسلہ میں غفلت ہورہی ہے۔

بے اصولی سے احتیاط کرنا چاہیئے

اس سلسلہ میں عام طور پر یہ کہا جاتا ہیکہ منکرات کی اصلاح کرنے سے فتنہ پیدا ہوتا ہے۔ تو بھائی!۔۔ بات یہ ہیکہ بے اصولی کرنے سے انتشار پیدا ہوتا ہے امر بالمعروف کا کام بھی بے اصولی سے کیا جائے تو اس میں بھی انتشار ہوگا۔ اگر یہ کام انتشار کا ذریعہ ہوتا تو شریعت میں اس کے کرنے کا حکم کیسے دیا جاتا۔ حالانکہ فتنہ وفساد شریعت میں ناپسندیدہ ہے۔ تو اصل چیز جو فتنہ کا باعث بنتی ہے وہ بے اصولی اور حدود کی رعایت نہ کرنا اور میں اس کی ایک مثال عرض کرتا ہوں کہ آپ لوگ کسی بزرگ کی مجلس میں بیٹھے ہوں مثلاً حضرت مولانا علی میاں صاحب دامت برکاتہم بھٹکل تشریف لائے۔ فجر کے بعد ان کے پاس دس بارہ آدمی بیٹھ گئے باتیں ہورہی ہیں۔ اتنے میں ناشتہ کا انتظام ہوگیا تو اب منتظمین کہنے لگے کہ اچھا صاحب صبح سے آپ لوگ بیٹھے ہیں جانے کا نام نہیں لیتے تو آپ لوگ بھی ناشتہ میں شریک ہوجائیں تو آپ بتائے اس عنوان سے کتنے لوگ ناشتہ میں شریک ہونگے؟۔۔ اگر بھوک بھی لگ رہی ہوگی تو کوئی بھی بیٹھنا گوارہ نہیں کریگا۔ لیکن اگر اسی بات کو اس طرح کہیں کہ آپ حضرات کو ناشتہ کرانے کا جی چاہتا تھا لیکن موقع نہیں مل رہا تھا۔ خوش قسمتی سے حضرت مولانا تشریف لائے ہیں ان کے ساتھ آپ حضرات بھی ماحضر میں شرکت فرمالیں۔ اب یہ عنوان کتنا مؤثر ہوگا کہ اگر اشتہا بھی نہیں ہوگی تو بھی شریک ہوجائے گا۔

حق بات کہے مگر عنوان نرم ہو

تو عنوان کا بڑا اثر پڑتا ہے آدمی حق بات کہے مگر اچھے عنوان سے۔ دین میں جب بھی فتنہ ہوگا تو بے اصولی سے ہوگا۔ اگر آداب کی رعایت رکھی جائے تو پھر فتنہ نہیں ہوگا۔ الحمدللہ دعوت کا کام کرتے ہوئے برسوں ہوگئے مگر ٹکراؤ اور نزاع کی نوبت نہیں آئی۔ بہت سے منکرات کی اصلاح ہوی۔ ہلکے ہلکے کوشش کی جائے پھر اس کے مفید نتائج مرتب ہوتے ہیں۔ ہماری عید گاہ میں دس ہزار کا مجمع ہوتا ہے۔ پہلے عید کی نماز کے بعد سو فی صد مصافحہ کیا کرتے تھے۔ لیکن نرم عنوان سے سمجھایا گیا بار بار بتلایا گیا کہ مصافحہ کرنا ملاقات کی سنت ہے عید کی سنت نہیں۔ اب الحمدللہ جیسے اور جمعوں میں ہوتا ہے کہ نماز کے بعد مصافحہ نہیں کرتے اسی طرح عید کی نماز کے بعد بھی مصافحہ نہیں کرتے۔ اسی طرح خطبہ میں پہلے دس فیصد لوگ بیٹھتے تھے محنت کی گئی، کوشش کی گئی تو اب سو فیصد لوگ بیٹھنے لگے۔ حالانکہ پندرہ پندرہ صفیں عید گاہ کے باہر ہوجاتی ہیں لیکن سارا مجمع سکون کے ساتھ بیٹھا رہتا ہے۔ اور جب تک خطبہ ختم نہیں ہوتا کوئی نہیں اٹھتا ہے۔ تو بات اصل میں یہ ہیکہ کام اصول کے موافق کیا جائے۔ اس سلسلہ میں مجلس دعوۃ الحق ہردوئی کی طرف سے کچھ رسائل بھی شائع ہوے ہیں۔ جو لوگ کام کرنا چاہتے ہیں وہ اس کا مطالعہ کرلیں اور اس کے موافق کام کریں پھر انشاء اللہ دیکھیں کہ اس کے کیا فوائد و نتائج ہوتے ہیں۔

خلاصۂ کلام

اس وقت بیان کا حاصل یہ ہوا کہ ہر شخص کی دو خواہشیں ہیں ایک یہ کہ خود نیک بنے، دوسرے یہ کہ لوگوں کو بھی نیک بنائے۔ صلح بننا اور صلح بنانا۔ مسلمانوں کے یہ دو کام ہیں۔ ان دونوں کیلئے کوششیں کرنا سب کی ذمہ داری ہے۔ ظاہر ہیکہ دونوں کیلئے طریقے ہیں۔ خود نیک بننے کیلئے سنت کا اہتمام کیا جائے۔ دوسری چیز یہ کہ اصول و آداب کی رعایت کے ساتھ برائیوں کے مٹانے کی جماعتی حیثیت کے ساتھ محنت کی جائے۔

اب دعا کرلی جائے کہ اللہ تعالیٰ ان باتوں کو قبول فرمائیں۔ ہم سب کو نیک اور صلح بنائیں۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

اتباعِ سنّت سے محبُوبیت کا راز

فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں خاص برکت کا راز یہ ہے کہ جو شخص آپ کی ہئیت (وضع) بناتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کو محبّت اور پیار آتا ہے کہ یہ میرے محبُوب کا ہم شکل ہے۔ پس یہ وصول کا سب سے اقرب طریق ہے (اللہ تک پہنچنے کا سب سے قریب راستہ ہے۔)

(کمالاتِ اشرفیہ)

ظاہر و باطن کا ہر چھوٹا گناہ
اس سے بچ رہو کہ ہے وہ سدِّ راہ
لب پہ ہر دم ذکر بھی ہو دل میں ہر دم فکر بھی
پھر تو بس بالکل راستہ صاف ہے تا درِ بادشاہ
مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

شیطان و نفس دونوں ہیں دشمن ترے مگر
دشمن وہ دور کا ہے یہ دشمن قریب کا

اس مارِ آستیں کا نہ کچلا جو سر تو پھر
منتر ہو کارگر نہ مداوا طبیب کا

مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

انجمن احیاء السنۃ (رجسٹرڈ)

32-راجپوت بلاک، نفیر آباد، باغبانپورہ لاہور پوسٹ کوڈ نمبر 54920
فون: 042 - 6861584-6551774, 0300-9489624

جامع مسجد قدسیہ بالمقابل چڑیا گھر، شاہراہِ قائدِ اعظم لاہور۔ پوسٹ بکس نمبر: 54000
پوسٹ کوڈ نمبر: 2074 فون: 042- 6370371, 6073310
E-mail: khanqahlhr@hotmail.com